Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

سرائیکی وسیب کے اُردو ادیب

URDU WRITERS OF SIRAIKI WASAIB

بدر مسعود خان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور۔
ڈاکٹر شائستہ حمید خان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

Abstract
Siraiki Wasaib has been the cradle to languages since long. It is the land of ancient Valley Sindh. Inhabitants of this land have deep rooted love and relation with their motherland. Society of this land has its ancient cultural, economical and social history. People of this land are simple and loving. The intellectuals of Siriaki wasaib have their prominent identity. Their writing have got earned name and fame. Writers and poets of this land like Baba Fareed, Khawaja Ghulam Fareed, Ali Haider Multani, Sachal Sarmast, Khurum Bahawalpuri, Dr. Mahar Abdul Haq, Dilshad Kalanchvi, Basheer Ahmad Zami, Dr. Tahir Taunsvi, Dr. Nosrullah Khan Nasir, M. Aslam Maitla, Shatir Mimcana, Khaleeq Multani and many others used long Urdu as medium of their expressions. In this way, they show their views, ideas, expression and thoughts about their loved and people living to the whole world.

Keywords: Siraiki Wasaib, Sindh Valley, Culture, Urdu, Siraiki Writers.

دھرتی پر انسان اور سماج کا رشتہ کہاں تک پھیلا ہوا ہے؟ اس سوال کا جواب کسی دن انسان اور اس کے سماج سے ہی دریافت ہو گا۔ انسانی زندگی قصے اور کہانی کی طرح ہے۔ جہاں تک اس قصے کے سرے کا ہاتھ میں آنے کا تعلق ہے تو یہ زیادہ پرانی بات نہیں۔ سرائیکی سماج بھی دوسرے خطوں کی طرح اپنی تاریخی، ادبی، سماجی، معاشی اور معاشرتی شناخت رکھتا ہے۔ انسان قدرت کی نشانیوں سے متاثر ہوا اور اس کے بارے میں کھوج لگانا شروع کیا۔ اس عمل میں اس کا رشتہ خارجی دنیا سے استوار ہوتا چلا گیا۔ قدیم سماج میں انسان کا تصور اتنی اہمیت کا حامل نہیں تھا بلکہ اس کی شناخت اپنی قوم اور قبیلے کے وجود نے دنیا کے تصور کو وسعت عطا کی۔ ہمارا سماج ماضی میں حملہ آوروں کی لوٹ مار کا نشانہ بنتا رہا ہے۔

سرائیکی شعرا اور ادیبوں نے اپنے معاشرتی، ثقافتی اور عصری منظر نامے کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ قومی زبان اردو میں بھی طبع آزمائی کی۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر سے حضرت خواجہ غلام فرید تک زیادہ تر کلاسیکی شعرا نے اُردو زبان کو اظہار کا وسیلہ بنایا۔ سرائیکی وسیب کے جدید شعرا اور ادبا نے بھی اُردو زبان کے ذریعے اپنی سوچ، خیالات اور احساسات کو اپنے خطے کے لوگوں تک رسائی دی۔ حضرت خواجہ غلام فرید سرائیکی کے علاوہ ہندی، سندھی، پوربی، عربی، فارسی اور اُردو میں بھی شعر کہتے تھے لیکن سرائیکی زبان کے بعد اُنھوں نے جس زبان میں سب سے زیادہ شاعری کی، وہ اُردو زبان ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید کی شاعری میں وحدت الوجودی فلسفہ، عشق، روہی کی جنت نظیر دھرتی اور لوگوں کے دکھوں، تکلیفوں کا بیانیہ بہت نمایاں ہے۔ اُن کا اُردو شاعری کا نمونہ کلام ملاحظہ کریں:

ایسے دردوں میں مبتلا ہیں ہم
گویا عین غم وبلا ہیں ہم
بن گئے ہیں جہاں سے بیگانہ
جب سے اس بت کے آشنا ہیں ہم
اتنا واجب نہیں ہے جور وستم
اے بتو! بندہ خدا ہیں ہم
نام میرا سن کے راحت بھاگ جاتی ہے فریدؔ
ہاں مگر آیا ہوں میں رنج ومحن کے واسطے (1)

حضرت خواجہ غلام فرید کی تمام زندگی اپنے پیر و مرشد اور بڑے بھائی خواجہ فخر جہاں کا طواف کرتے گزری۔ خواجہ فرید اپنے بھائی کی محبت کے عوض جنت کی حور و قصور کو بھی رد کر دیتے ہیں اور اپنے بھائی کی محبت پر جنت تک قربان کر دیتے ہیں۔ "گھول گھتاں میں فخر جہاں توں، جنت، حور، قصور" اُردو زبان میں مرشد سے اظہار عقیدت و محبت یوں بھی کرتے ہیں:

میں ہوں سگ آستانہ فخر جہان کا
شیروں سے فوق مرتبہ ہے میری شان کا
روز ازل سے اس کے میں نازوں کا ہوں فرید
مالک ہے میرے دین و دل و جان و مان کا
نہ دیر کی طلب ہے نہ کعبہ سے التفات
ساجد ہوں پنج وقت میں پیر مغان کا
دونوں جہان میں میرے لیے وہ ہے اے فرید
خواہ رتبہ ہو مکان کا یالا مکان کا (2)

سرائیکی زبان کے ساتھ ساتھ اُردو کو ذریعہ اظہار بنانے والے کلاسیکی شعرا اور ادبا کی طویل فہرست ہے۔ کسی سماج میں ہونے والی مثبت تبدیلی آغاز سے ہی رشتوں کے ساتھ بندھی ہوتی ہے۔ ان رشتوں کی حقیقی پہچان دھرتی کے سب سے حساس طبقے، شاعر اور ادیب کو سب سے پہلے ہوتی ہے جو اپنے لوگوں کے بازوؤں کو تھام کر منزل کی جانب رواں دواں چلا جاتا ہے۔ محبوب کی آمد کا منتظر عاشق کسی قدر بے چین اور بے قرار دکھائی دیتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ محبوب کا استقبال رنگ و نور، گل و بو اور روشنی کے نور سے کرے۔ خرم بہاول پوری کا محبوب بھی آنے کو ہے اور اس کا تصور ہی جگ جہان کو روشن کر گیا ہے، بہار کی نوید سنا دی گئی ہے۔ لکھتے ہیں:

پھر ان دنوں ہے جوش پہ موسم بہار کا
جوبن پہ ہے لالہ و گل و سرو و چنار کا
سرپائے یار پر ہے نگہ روئے یار پر
کیا خوب خاتمہ ہوا اک بادہ خوار کا
دریائے نور میں اتر آیا ہے آفتاب
یا چودھویں کا چاند کھڑا ہے چناب میں
اب تک ہے بوئے گل میرے بستر سے آ رہی
اس گل کا کل خیال جو آیا تھا خواب میں (3)

ڈاکٹر مہر عبدالحق، سرائیکی وسیب سے تعلق رکھنے والے نامور محقق، دانشور، شاعر، ادیب اور ماہر لسانیات ہیں۔ اُن کا تعلق اس وسیب کے قدیم تہذیبی، ثقافتی اور ادبی شہر ملتان سے ہے۔ اُنھوں نے اُردو زبان کو اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ بنیادی طور پر خطے میں بطور ماہر لسان اُن کا کام نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اُن کا مقالہ، "ملتانی زبان اور اُس کا اُردو سے تعلق" اپنی جگہ ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُردو زبان کی تاریخی حیثیت پر مدلل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اگر اُردو سے مراد وہ زبان ہے جو دہلی اور نواح دہلی میں ترقی پذیر ہوتی ہے تو اس کا مولد برج بھاشا کا علاقہ ہے اور اگر اس سے مراد وہ نئی زبان ہے جو اس پانصد سالہ دور میں بیرونی مسلمانوں اور مقامی باشندوں کے میل جول اور اختلاط سے پیدا ہوئی تو اس کا مولد وادی سندھ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ (4)

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

محمد بشیر احمد ظامی، بہاول پوری کا شمار سرائیکی وسیب کے نامور محقق اور دانشوروں میں ہوتا ہے۔ سرائیکی زبان پر تحقیق کرنے والے لوگوں میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ سرائیکی زبان کا رشتہ قومی زبان اُردو کے ساتھ جوڑتے ہیں اور دونوں زبانوں کے باہمی ربط کو یوں اُجاگر کرتے ہیں:

"اُردو اور سرائیکی بظاہر ایک ہی زبان معلوم ہوتی ہیں اور ان کے اتحاد میں اشتراک کے اسباب علی وجہ الاتم موجود ہیں۔ دونوں میں لسانی قرب پایا جاتا ہے۔" (5)

ثقافت، زبان اور وسیب ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہوتے ہیں۔ ایک گلدستے میں موجود مختلف پھولوں کی طرح ان کے رنگ اور خوشبو جداجدا ضرور ہوتی ہے مگر ان کے رنگوں کا سنگم ہی اس گلدستے کی اہمیت اور خوبصورتی کا سبب بنتا ہے۔ مختلف مذاہب کے لوگوں نے اس وسیب کو اپنا مسکن بنایا اور اس کی ثقافت و تہذیب کے ساتھ ساتھ زبان کو بھی متاثر کیا۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی سرائیکی وسیب کے نامور محقق اور دانشور ہیں۔ اُن کی متعدد تخلیقات اُردو زبان میں تحریر شدہ ہیں۔ اُردو زبان کی اہمیت مسلمہ ہے۔ اسی نظریے کے پیش نظر اُنھوں نے اسے اظہار کا ذریعہ بنایا اور متعدد شعری اور نثری کتب تصنیف کیں۔ اپنی ایک لکھت میں ریاست بہاول پور کے ایک شاعر مولوی محمد اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن کا اُردو کلام پیش کرتے ہیں:

کیا کہوں اس نازنین کا ناز بے انداز ہے
دیکھ کر ہنس کر ہنسا کر منہ چھپاتا ہے پیا
یہ تو مت پوچھ کہ تجھ بن ایک دم سکھ چین ہے
گیلی لکڑی کی طرح دکھ دکھ کے آخر جل گیا
کھوٹا پیسہ ہوں نہیں لیتا کوئی بازار میں
میں زر خالص بنا تیری نظر ہے کیمیا
پھر کہاں جائے جو سر قربان تیرے در پر رکھا
کس کو چاہیے تجھ بناں اعظم جو تجھ کو دل دیا (6)

ڈاکٹر طاہر تونسوی کا شمار اُردو زبان و ادب کے صف اول کے ادیبوں میں ہوتا ہے۔ سرائیکی وسیب تونسہ سے تعلق رکھنے والے اس ادیب نے اُردو ادب کی بے پناہ خدمت کی ہے۔ انسان کو اپنے آپ کو امر کرنے کے لیے جدوجہد کرنا ہوتی ہے۔ اس جدوجہد میں وسیب میں موجود دیگر زبانوں کے تخلیق کاروں اور ان کی تحریروں کے بارے میں اپنا نقطہ نظر واضح کرنا ضروری بن جاتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی اُردو زبان کے عظیم شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب کی شخصیت شناسی اور شاعری پر فارسی اثرات پر اپنی تحریر میں کچھ یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"مرزا غالب کی شاعری اکتسابی نہیں تھی، وہ تلامیذ الرحمان تھے۔ دس پندرہ سال کی عمر میں اُردو لکھنے لگ گئے تھے اور پچیس سال کی عمر تک اُردو شاعری سے شغف رہا۔ ظہوری کا تخیل اور بیدل کا طرز پسند خاطر تھا۔ ظہوری کے بہت سے اشعار غالب کے ہاں اُردو کا لباس پہننے لگے۔" (7)

لسانی اور تہذیبی روایات نے انسانوں کو روشنی اور اجالے سے روشناس کرایا ہے۔ سماجی اقدار کی ضروریات نے سر اٹھایا تو سماج کی راہ بنتی چلی گئی۔ ادب میں بھی اس عمل نے ادیبوں کو نئی راہ دکھائی۔ سرائیکی خطے نے نامور محقق، ادیب، شاعر اور دانشور پیدا کئے ہیں جنھوں نے مقامی زبان کے علاوہ قومی زبان کو بھی اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ خطہ ملتان سے تعلق رکھنے والے اسلم میتلا کا نام قومی سطح پر کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ نظم اور نثر دونوں میدانوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ اُردو شاعری کا نمونہ یوں ہے:

بات سمجھائے جو پل بھر میں وہ بیان ہے پانی
ان کہے جذبوں کی دنیا میں زبان ہے پانی
میرے جذبوں کو سکون دے گا یہ مجھ کو ہے یقین
میری آنکھوں سے مسلسل جو رواں ہے پانی

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

پہلے اتنا ہی حیات افزا رہا ہے یارو
جتنا سیلاب کا اب خون فشاں ہے پانی
رونق بزم جہاں بھی ہے اسی سے اسلم
زیست ممکن ہی وہاں ہے کہ جہاں ہے پانی (8)

عطا محمد دلشاد کلانچوی کا شمار سرائیکی وسیب کے علمی ادبی حلقوں میں ہوتا ہے۔اُردو نظم اور نثر دونوں میدانوں میں طبع آزمائی کرتے رہے۔اُن کا اردو شعری مجموعہ "کلام کلانچوی" کے نام سے شائع ہوا۔اس کے علاوہ بھی مختلف رسائل و جرائد میں اُردو شاعری شائع کرواتے رہے:

پھر کوئی مہرباں نہ ہو جائے
باغ نذر خزاں نہ ہو جائے
آگ دل کی سلگ اٹھی ہے پھر
جل کے خاک آشیاں نہ ہو جائے (9)

محمد بخش شاطر جو سرائیکی وسیب میں شاطر نماناں کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی شاعری میں حقیقت کی تلاش، ہجر و فراق، جذبات اور احساسات کی شدت نظر آتی ہے۔ان کی اُردو شاعری میں پورا سماج بولتا دکھائی دیتا ہے:

کسی کا درد دِل یارو کوئی بے درد کیا جانے
مگر اس کی کیفیت کو مجنوں دل جلا جانے
ارے شاطر جسے دعویٰ ہے اہل درد ہونے کا
دوا سمجھے ہے زحمت کو، مصیبت کو شفا جانے (10)

سیّد محمد باقر، نقوی احمد پوری کا تعلق سرائیکی خطے کی ریاست بہاول پور کے قدیم شہر احمد پور شرقیہ سے ہے۔اُن کی شاعری علم و عمل سے مزین ہے۔اُن کا دردِ ادب کی تاریخ میں سنہرا دور نہیں تھا۔ترقی پسند تحریک اپنے عروج پر تھی۔وہ خود اس کا حصہ بھی رہے۔پابند سلاسل بھی رہے۔اُن کے کلام میں روانی، سلاست اور شگفتگی کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ترقی پسند خیالات، سوز و گداز، آہ و فریاد اور عصری سماجی منظر نامہ اُن کے نمایاں موضوعات ہیں۔ سرائیکی شاعری کے علاوہ اُردو زبان میں خوبصورت اشعار کہے اور مجموعہ "رقصِ بسمل" کے نام سے 1972ء میں شائع ہوا۔نمونہ کلام ملاحظہ کریں:

کبھی یہ شب کی سیاہیوں کا لباس پہنے
کبھی یہ نیلے فلک کی عظمت کو اپنے اندر سمیٹ لائیں
کبھی یہ پت جھڑ کے زرد پتوں میں ڈھلتے جائیں
کبھی بہاروں کے سرخ پھولوں کی روشنی اوڑھ لیں بدن پر
یہ میری آنکھیں میرے نگینے (11)

ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر سرائیکی وسیب کا روشن ادبی ستارہ ہے۔ نظم اور نثر دونوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ جدید سرائیکی شاعری کے نمائندہ شاعر ہیں۔اُردو اور سرائیکی دونوں زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں۔اُردو مجموعہ کلام "یہ کیسا دُکھ ہے" دراصل اسی وسیب کے عام بندے کا المیہ ہے۔اس کی دکھ بھری کہانی ہے۔روح اور جسم کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے اسے کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا۔شاعر اس شخص کے احساسات سے آشنا ہے۔انسان کی مایوسی اور بے بسی کی تصویر کو نیا جہان قرار دیتے ہوئے اپنے الفاظ و قلم سے ایسی تصویر بناتے ہیں جس کے نقوش دھرتی پر بکھرے نظر آتے ہیں:

تھے قافلے سفر میں ہی کہ حکم واپسی ہوا
یوں بے چراغ رات سے یہ سیل روشنی ہوا
وہ جس پہ سارے دوستوں کو ناز تھا
وہ دوستوں کے درمیان وجہ دشمنی ہوا

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

یہ سب جریدے ایک ہی جند لیے ہوئے ملیں
پھر آدمی کے ہاتھ سے ہی قتل ہوا (12)

سرائیکی وسیب کی نامور شاعرہ نوشی گیلانی کا تعلق بہاول پور کی دھرتی سے ہے۔ درس و تدریس اُن کا پیشہ ہے۔ اصل نام سیدہ نشاط مسعود گیلانی ہے۔ دھرتی اور اپنے لوگوں سے محبت اُن کی شاعری کا بیانیہ ہے۔ اپنی مٹی کے ذرے ذرے سے محبت کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اُنہیں اپنے صحرا سے عشق ہے۔ وہ خواجہ غلام فرید کی طرح "ایہا روہی یار ملاوڑی ہے، شالا تھیوے ہر دم ساوڑی ہے" کے مصداق دنیا جہاں کی آسائشیں بھی اس کی خاطر ٹھکرا دیتی ہے۔ اُن کا مجموعہ کلام "محبتیں جب شمار کرنا" اُردو ادب میں نمایاں مقام کا حامل ہے:

کوئی مجھ کو مرا بھرپور سراپا لادے
مرے بازو میری آنکھیں مرا چہرہ لادے
ایسا دریا جو کسی اور سمندر میں گرے
ان سے بہتر ہے کہ مجھ کو مرا صحرا لا دے (13)

سرائیکی خطے میں اُردو شاعری کی روایت قیام پاکستان سے قبل جاری ہے۔ معروضی حالات کی بازگشت، ماضی کے واقعات، تجربات و مشاہدات کا رُوپ دھار کر نیا چہرہ لیے آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہونا، وطن کی محبت اور حرمت سر اُبھارنے لگی تو شعرا کا قلم بھی رواں دواں نظر آیا۔ جدوجہد کا درس، آگے بڑھنے کا حوصلہ اور ہم وطنوں سے پیار شاعری کا مزاج بنا۔ خلیق ملتانی کی اُردو شاعری میں اسی جذبے کی گونج محسوس ہوتی ہے:

قدم قدم پر بہار رقصاں ہے زندگی میں خزاں نہ سمجھو
ہمارے قلب و جگر جواں ہیں ابھی ہمیں ناتواں نہ سمجھو
یہ راہِ منزل نہیں تمہاری خلیق منزل ابھی کہاں ہے
قفس کو تم آشیاں نہ جانو، غبار کو کارواں نہ سمجھو (14)

مختصر یہ کہ اُردو زبان سرائیکی وسیب کے دانشوروں اور ادیبوں کے لیے ہم رکاب رہی ہے۔ اس دھرتی کے شاعروں نے اپنی سوچ کے اظہار کے لیے اُردو زبان کو منتخب کر کے اس خطے میں اردو زبان کی ترقی اور ترویج میں اپنا حصہ ڈالا۔ یوں اُردو زبان اس خطے کے لوگوں کے لیے اظہارِ رائے کا وسیلہ بنتی رہی، آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

حوالہ جات

1. حضرت خواجہ غلام فریدؒ، کلام مشمولہ: خواجہ غلام فرید حیات اور شاعری، مسعود حسن شہاب، بہاول پور: اُردو اکادمی بہاول پور، بار سوئم، 1994، ص 315۔
2. کلیات فرید، مرتب، شفقت تنویر مرزا، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، 2001، ص 368۔
3. خرم بہاول پوری، نقوش رفتگاں، کلام، مشمولہ: بہاول پور کا شعری ادب، مرتبہ: حیات میرٹھی، بہاول پور: اُردو اکیڈمی، 1971ء، ص 239۔
4. ڈاکٹر مہر عبدالحق، ملتانی زبان اور اس کا اردو سے تعلق، ص 503۔
5. محمد بشیر احمد ظامی، بہاول پوری، سرائیکی زبان، بہاول پور: مرکز سرائیکی زبان تے ادب، 1970ء، ص 77۔
6. طاہر تونسوی، ڈاکٹر، جہان تخلیق کا شہاب، بہاول پور: شہاب دہلوی اکیڈمی، 2006ء، ص 127۔
7. ڈاکٹر طاہر تونسوی، غالب شناسی اور نخلستان ادب، بہاول پور: مکتبہ الہام، 2006ء، ص 89۔
8. محمد اسلم مبتلا، فردِ شوق، ملتان: جھوک پبلشرز، 2007ء، ص 32۔
9. حیات میرٹھی، بہاول پور کا شعری ادب، بہاول پور: اُردو اکیڈمی، 1971ء، ص 366۔
10. عبیدالرحمن، محمد شاطر نمانان، بہاول پور: سرائیکی ادبی مجلس، 1975ء، ص 7۔
11. نقوی احمد پوری، رقص بسمل، بہاول پور: سرائیکی ادبی مجلس، 1972ء، ص 67۔
12. نصراللہ خان ناصر، ڈاکٹر، کلام، مشمولہ: نئی قدریں، ماہنامہ، حیدر آباد، 1976ء، ص 23۔
13. نوشی گیلانی، محبتیں جب شمار کرنا، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 1993ء، ص 47۔
14. خلیق ملتانی، کلام مشمولہ، بہاول پور شعری ادب، مرتب، حیات میرٹھی، بہاول پور: اُردو اکیڈمی، 1971، ص 372۔